14

قومی نصب العین کے لئے جدوجہد

(فرمودہ ۳ر جون ۱۹۲۱ء)

حضور انور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ :-

گو پچھلے دنوں حلق کی تکلیف کے باوجود ایک ضرورت کے موقعہ پر کسی قدر لمبی تقریر کرنے کی وجہ سے پھر گلے کی شکایت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور چند دنوں سے بخار میں بھی زیادتی ہے۔ مگر چونکہ آج کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ اور یہ مبارک زمانہ اور مبارک مہینہ جو اس فضل کی یاد دلاتا ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ ختم ہونے والا ہے۔ اور ایک لمبے عرصہ کے لئے پھر ان خاص گھڑیوں کی انتظار ان لوگوں کو کرنی پڑے گی جو زندہ رہیں گے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ بعض باتیں سناؤں۔

دنیا میں انسان ٹھوکریں بھی کھاتے ہیں۔ غلطیاں بھی کرتے ہیں اور کسی پیشہ اور فن کے لوگ نہیں جو غلطیاں نہ کرتے ہوں۔ مگر باوجود اس کے ان کے کام کی قدر گر نہیں جاتی۔ کوشش ضائع نہیں ہوتی۔ طالب علم جو مدرسہ میں جاتا ہے۔ کتنی غلطیاں کرتا ہے۔ وہ پہلے دن ہی علوم کا استاد نہیں ہو جاتا بلکہ پہلے دن تو اس کے منہ سے لفظ بھی صحیح نہیں نکلتے۔ بہت بچے ہوتے ہیں۔ جو الف کو الف یا الف' الپھ یا کچھ اور کہتے ہیں۔ اور کبھی لام کا تلفظ یا ف کا تلفظ ادا نہیں کر سکتے۔ اور ش' ع' ق کا ادا کرنا تو بڑی بات ہے۔ ان بچوں کا ابتداء میں ٹھوکریں کھانا استاد کے لئے ٹھوکر کا موجب نہیں ہوتا۔ کبھی تجربہ کار استاد بچے کے غلطی کرنے سے چڑتا نہیں۔ ناواقف شخص کو غصہ آئے گا۔ حتیٰ کہ ماں باپ ناراض ہوں گے۔ لیکن استاد کو غصہ نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ ماں باپ تعلیم کے فن سے ناواقف ہیں۔ مگر استاد واقف ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ کتنے ہی لوگ ہیں جو اس کے پاس آئے اور وہ ابتدا میں اس نئے طالب علم سے بھی زیادہ غلطیاں کرتے تھے۔ مگر آج یہ حالت ہے کہ وہ معلم ہیں۔ اور اس کے کان ان کی زبان سے اعلیٰ سے اعلیٰ لیکچر اور نکات سنتے ہیں۔ اس لئے وہ جانتا ہے کہ ابتداء میں بچے سے غلطیاں ہونا چڑنے اور غصہ ہونے کی بات نہیں۔

یہ ابتدائی حالت کا نقشہ ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ ابتدائی حالت نطفہ کی ہوتی ہے۔ لیکن وہی ترقی کرتا کرتا آخر موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے۔ پس مشاہدہ نے بتایا کہ ابتدائی غلطی مایوسی کا موجب نہیں۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ استاد ابتدائی غلطی کو پسند کرتا ہے۔ نہیں۔ مگر وہ اس سے ناامید نہیں ہوتا وہ اس غلطی کے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس شخص کو اپنے سے دور نہیں کرتا۔ وہ طالب علم کی غلطیاں دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہتا کہ یہ ناقابل ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آج کون بڑے سے بڑا عالم ہے۔ جس کی زبان ابتداء میں اسی طرح لغزش نہ کیا کرتی تھی۔

مگر ایک چیز ہے جو اس کے غصہ کو بھڑکاتی ہے۔ اور اس کو طالب علم سے ناامید کرتی ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ طالب علم کا مدعا کوئی نہیں خواہ ایسا طالب علم حروف کو اچھی طرح بھی ادا کرے۔ مگر اس کا حروف کو عمدگی سے ادا کرنا اس کو خوش نہیں کر سکتا۔ جبکہ اس کو معلوم ہے کہ طالب علم کی نیت پڑھنے کی نہیں۔ جب تک بچہ چھوٹا ہوتا ہے۔ اس وقت تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید سنبھل جائے گا۔ مگر جب یہ نظر آئے کہ اس کے دل میں پڑھنے سے کوئی مقصد نہیں۔ اور وہ محض شغل ہے۔ جو یہ نہ ہوا تو کچھ اور سہی۔ تو پھر ایسا شاگرد استاد کی خوشی کا موجب نہیں ہو سکتا۔

اگر طالب علم کا کوئی مقصد ہے۔ تو پھر استاد تمام کمزوریوں سے قطع نظر کرکے اس پر محنت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ایک دن یہ ضرور اپنے مقاصد کو پالے گا۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جوں جوں عمر میں بڑھتے ہیں پڑھتے اور لکھتے ہیں مگر ان کا مدعا کچھ نہیں۔ علم آنے کے باوجود اس کی بے قدری کرتے ہیں۔ ان سے استاد مایوس ہو جاتا ہے۔ خواہ ایسے لوگ بی۔اے، ایم۔اے یا مولوی ہو جائیں۔ مگر ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ نہ دوسروں کو ان سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ان کی مثال اس پیاسے کی ہوتی ہے۔ جو اپنے پاس پانی رکھتا ہے۔ اور نہیں جانتا۔ کہ اس کو کیونکر استعمال کرے۔ اس کا علم سیکھنا بیہودہ ہوتا ہے۔

بعینہٖ یہی حال انسانوں کا ہوتا ہے مثلاً وہ بالغ ہوتے ہیں۔ اور دین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر اس کے اصل مدعا سے غافل ہوتے ہیں۔ جس طرح افراد ترقی کرتے ہیں۔ اسی طرح اقوام کی بھی ترقی ہوتی ہے۔ افراد غلطی کرتے ہیں۔ قوموں سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ جس طرح افراد بچپن میں غلطیاں کرتے اور صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح قوموں کی ابتدا بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ ان کو سوچنے کو کہا جاتا ہے۔ ان کا دماغ اس کو سوچ نہیں سکتا۔ جس وقت ان کے احساسات کو بھڑکنے کے لئے کہا جائے وہ بھڑکتے نہیں اور جب ان کی شہوات کو سرد ہونا چاہیئے۔ اس وقت سرد نہیں ہوتیں۔ جس طرح ابتداء میں بچہ الف کو الپھ یا کچھ اور کہتا ہے۔ لیکن آخر صحیح تلفظ ادا کرتا ہے۔

یہی حال قوم کا ہوتا ہے۔ قوم بھی ابتدا میں غلطیاں کرتی ہے۔ اور سینکڑوں سال کے بعد مقصد کو پاتی ہے۔ مقصد ابتداء میں حاصل نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ غلطیاں کرنے کے ساتھ مقصد آہستہ آہستہ قریب ہوتا جایا کرتا ہے۔ ابتداء میں ایک ایک صداقت سامنے آتی ہے۔ اور لوگ مانتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے پیاسے کے سامنے ایک ایک قطرہ یا ایک ایک گھونٹ مگر آخر وہ صداقتیں ایک مجموعی صورت اختیار کرکے ایسی ہو جاتی ہیں۔ جیسے ایک ایک قطرہ جمع ہو کر ایک تالاب کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جب صداقتیں مجموعی صورت اختیار کرلیتی ہیں۔ تو پھر قوم کے سامنے ایک مقصد اور مدعا ہوتا ہے۔ لیکن یہاں وسعت نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس سے کام لینے کا طریق بھی مختلف ہوتا ہے۔ جس طرح تھوڑے پانی اور تالاب کے پانی سے کام لینے میں فرق ہوگا۔ اس وقت وسعت نظر کے ساتھ بہت سی جزئیات سامنے آجاتی ہیں۔ اس وقت جو شخص کسی سلسلہ میں داخل ہوتا ہو۔ تو اپنی تمام ذمہ داریوں کو سمجھ کر اور غور کرکے ہوتا ہے۔ اور جب سمجھ لیتا ہے تو پھر کوئی کمزوری اور کوئی غلطی اس کو اس راہ سے الگ نہیں کر سکتی۔ اس سے کمزوری سرزد ہوتی۔ غلطیاں ہوتیں۔ اور اس کے کام میں سستیاں ہوتی ہیں۔ مگر ان تمام نقصوں کے باوجود اس کا قدم آگے بڑھتا ہے وہ مدعا کو پاتا ہے اگر اس کا دینی مقصد ہے تو اس کو پاتا ہے اور اگر کوئی اور غرض ہے تو اس کو حاصل کرتا ہے۔

پس سب سے پہلا سوال یہ ہونا چاہیئے اور ہے کہ ہمارے اس کام کا مدعا کیا ہے۔ اگر مدعا کو درمیان سے نکالا جائے تو تمام کام فضول ٹھہرتے ہیں۔ جب مدعا کو سامنے رکھا جائے تو کوئی کمزوری غفلت، غلطی درمیان میں حائل نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب کسی قوم کا کوئی مقصد یا مدعا نہ ہو تو وہ قوم تباہ ہوگی۔

دیکھو اسلام کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آئی۔ اور دوبارہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سمجھائی گئی۔ اس لئے غور کرکے مدعا سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کو سمجھنے کے بعد کامیابی یا ناکامی کا سوال آتا ہے۔ اور جب مدعا معلوم ہو تو خواہ بظاہر ناکامی ہو وہ کامیابی ہے۔ اور جب مدعا معلوم نہ ہو تو بظاہر کامیابی ناکامی ہے۔

ایک طبیب جسکی طب کا مدار ٹنکچروں پر نہیں۔ بلکہ وہ علاج جڑی بوٹی سے کرتا ہے۔ وہ جنگل میں جاتا ہے اس کا جنگل میں جانے کا ایک مقصد ہے۔ وہ کئی بوٹیوں کو توڑتا ہے اور ان کا تجربہ کرتا ہے کہ ان کے کیا اثرات ہیں۔ لیکن کئی کو توڑتا اور تجربہ کرکے چھوڑ دیتا ہے۔ اور جس بوٹی کی تلاش میں ہوتا ہے پھر لگ جاتا ہے۔ اس طرح گو اس کو ناکامی ہوتی ہے۔ مگر اس کی ناکامی ہی کامیابی ہوتی ہے۔ کیونکہ مثلاً اگر پہلے اس کے لئے سو دروازے تھے۔ تو اب ۹۹ رہ گئے۔ اور پھر ایک اور کو

آزمایا تو ۹۸ رہ گئے تو اس کی ناکامی اس کی کامیابی ہے کہ وہ مقصد کے قریب ہو رہا ہے۔ نادان جس وقت اس کو ناکام کہہ رہا ہے۔ دراصل اس وقت وہ کامیابی کے قریب ہو رہا ہے۔ لیکن ایک شخص ہے کہ وہ جنگل میں پھرتا ہے۔ مگر اس کو تلاش کسی چیز کی نہیں۔ نہ اس کا کوئی خاص مقصد ہے۔ اگر اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں اس کے سامنے ہوں۔ تو وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھائے گا کیونکہ اس کے پھرنے کا مقصد کچھ بھی نہیں۔

تو کامیابی ناکامی کا معیار وہ نہیں جو عام لوگ سمجھتے ہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ عموماً لوگوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے صداقتیں آتی ہیں اور انکو لیتے جاتے ہیں۔ لیکن مجموعہ پر انکی نظر نہیں ہوتی۔ حالانکہ اصل یہ ہے کہ مجموعہ پر نظر ہو اور پھر ایک مدعا معلوم ہونا چاہیئے۔ اور وہ مدعا ایک دن یا دو دن میں نہیں۔ نہ ایک نسل یا دو نسل میں حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ نسل کے بعد نسل اور پھر نسل کے بعد نسل گذرتی ہے پھر کہیں کوئی قوم مقصد کو پا سکتی ہے۔

میں تمہیں ایک صداقت بتاتا ہوں جس کو سمجھنے والے سمجھیں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جزئیات احکام اسلام پر اتنا اور ایسا عمل نہیں ہوا۔ جو بعد میں ہوا۔ حضرت عمرؓ جیسا انسان حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں نہیں۔ اپنی خلافت کے زمانے میں معمولی معمولی مسائل میں جھگڑتا ہے کہ یہ کیا مسئلہ ہے۔ پس بہت سے امور کی تکمیل آہستہ آہستہ ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح جو مدعا ہوتے ہیں۔ ان کا پہچاننا قوم کا فرض ہوتا ہے۔ اور اس سے پھر ترقی ہوتی ہے۔ اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے ماں باپ کے ذریعہ انسان کو پیدا کیا۔ ورنہ زمین سے یونہی آدمی پیدا ہو جاتے اس کی غرض یہ ہے۔ کہ ماں باپ سے امانت کے طور پر بچے سیکھتے ہیں۔ اور اسی قومی غرض کو سیکھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن توحید پھیلانا تھا۔ مگر یہ آپؐ کے زمانہ میں تکمیل کو نہیں پہنچا۔ مگر اب مسیح موعود کے زمانہ میں ہوا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ رضوان علیہم اجمعین وغیرہ سب موحد تھے۔ مگر اس وقت زمانے میں توحید کی وہ رو نہیں چلی۔ جو آج چلی ہے۔ کہ ہر ایک ملک میں ہر ایک قوم جن کا شرک اوڑھنا بچھونا تھا۔ وہ بھی توحید کا اقرار کرتے اور شرک کو برا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے غلطی ہوئی۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور ہنسی اڑائیں اور آپؐ کی تکذیب کریں۔ مگر آپ جو توحید قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ آخر قائم ہوئی اور اس زمانہ میں آکر ہوئی۔ اگرچہ رسول کریمؐ کے وقت میں توحید کا یہ دور دورہ نہ تھا۔ مگر کنجی آپؐ کے پاس تھی اور وہ آپؐ نے چلائی۔ وہ آخر اب اپنے عروج میں ہے کہ سب قومیں شرک سے بیزاری ظاہر کر رہی ہیں۔ اور ابھی اور ہوگی اور شرک دنیا سے مٹ جائے گا۔

ہمارا سلسلہ ان سچائیوں کے قائم کرنے کے لئے ہے۔ جو نبی کریمؐ کے ذریعہ دنیا میں آئیں۔ اور

مسیح موعود نے ان کو دوبارہ زندہ کیا۔ اگر تم فرداً" فرداً" متقی و پرہیزگار ہو تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ بلکہ ضرورت یہ ہے کہ تم سب کو معلوم ہو کہ سلسلہ کے قیام کی کیا غرض ہے اور سلسلہ کا مقصد کیا ہے۔ اور پھر اس مقصد کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ اور وہ محض چند یا اکثر افراد کے کرنے کا کام نہیں۔ بلکہ ساری جماعت کا کام ہے۔ اور جماعت کے ہر ایک فرد کے ذہن میں وہ مقصد ہونا چاہیئے۔ اور اس کے لئے متفقہ کوشش ہونی چاہیئے۔ اور ایسا ہو کہ جب ہم مریں تو ہماری نسلیں اسی کوشش میں لگی رہیں۔ کیونکہ جب تک کسی قوم کا متفقہ ایک مقصد نہ ہو اور وہ ہر ایک فرد قوم کو معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک وہ قوم اس مقصد کو پا نہیں سکتی۔ دیکھو فوج کے ہر سپاہی کو معلوم ہوتا ہے کہ اس فوج کا کیا مقصد ہے۔ جس کا وہ سپاہی ہے۔ اور ہر ایک سپاہی اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ میدان جنگ میں اگر فوج کا کرنل مرجائے تو میجر اس کی جگہ کمان کرلے گا۔ اور میجر مر جائے۔ تو کپتان کمان لے گا۔ اور اسی طرح ایک وقت سپاہی بھی کمان لے گا۔ اور وہی کام کرے گا وہی کچھ سوچے گا جو جرنیل یا کرنل کرتا اور سوچتا ہے۔ اور آخر وہ سب فوج کامیاب ہوتی ہے۔ کیونکہ سب کو اپنا مقصد معلوم ہے کہ ہم نے کس مورچے کو فتح کرنا ہے۔

یہ اصول ٹھیک نہیں کہ جو فلاں کرے گا وہ کریں گے۔ بلکہ مقصد سب کا ایک ہونا چاہیئے۔ اور اس کے حصول کے لئے ہر ایک ممکن کوشش سے کام لینا چاہیئے۔ پس سوچو کہ تمہارا کیا مقصد ہے۔ اور اس سلسلہ کی غرض اور مدعا کیا ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہوگا۔ تو تمہارے قدم کسی خطرناک سے خطرناک مقام پر بھی نہیں ڈگمگائیں گے۔ اور کوئی روک تمہارے رستہ میں حائل نہ ہوگی۔ دیکھو جو شخص یونہی سیر کرنے نکلے اس کو اگر آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ تو وہ رک جائے گا۔ لیکن جس شخص نے مثلاً بٹالہ جانا ہے۔ اگر اس کو سڑک پر چلنے سے روک دیں تو وہ واپس نہ آئے گا بلکہ ایک دوسرے رستہ پر پڑے گا۔ اور اگر اس سے روکا جائے گا تو پھر دوسرے کسی اور رستہ پر پڑے گا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے مقصد کو پالے گا۔ لیکن جب مقصد نہ ہو۔ تو فوراً ایک شخص اس راستہ کو چھوڑ سکتا ہے قرآن کریم اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ کے ذریعہ جو تعلیم ہمیں ملی۔ اور جو ہمارا مقصد ہمیں بتایا گیا ہے۔ اگر ہم نے اس کو سمجھ لیا ہے تو ہم کسی وجہ سے بھی اس کو حاصل کئے بغیر نہیں رک سکتے۔ اور اگر نہیں تو پھر اس رستہ پر قدم بھی نہیں رکھا جائے گا۔

یہ دن خاص ہیں اور اور ان میں خدا کا وعدہ ہے کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھا کر خوب دعائیں کرنی چاہئیں۔ ہمیں جو مرحلہ طے کرنا ہے۔ اور جس مقصد کو ہم نے پانا ہے ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ ہمیں کب حاصل ہوگا ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ سینکڑوں برسوں میں حاصل ہوگا یا ہزاروں میں یا لاکھوں برسوں میں یا کروڑوں اور اربوں میں ہوگا۔ لیکن وہ خواہ کبھی ہو۔ ہمیں اس

کی خاطر جب تک ہم جیتے رہیں خود کوشش کرنی چاہیئے۔ جب ہم مرجائیں تو اپنی اولاد کو وصیت کر جائیں۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا چلا جائے۔ اگر ہم نے مدعا کو سمجھ لیا ہو تو ہم کسی کے روکے سے رک نہیں سکتے۔ چیونٹیوں کو دیکھو ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ گرمی کے موسم میں غلہ جمع کرتی ہیں۔ تو وہ نہیں رکیں گی۔ ایک جگہ سے بند کرو۔ دوسری جگہ سے نکل آئیں گی۔ لیکن سردی میں اگر کوئی چاہے تو ایک جگہ سے سوراخ بند کرکے اگر مہینوں کے بعد دیکھے گا تو بند ہی ہو گا۔ اسی طرح ہمیں آنحضرتؐ کی آمد اور مسیح موعود کی بعثت کی غرض کو سمجھنا چاہیئے۔ جب ہم میں ہر ایک فرد سمجھ لے گا۔ تو پھر وہ اس مقصد کے حصول کے لئے تمام کوشش صرف کر دے گا۔ اگر پھر کمزوریاں اور غلطیاں سرزد بھی ہوں۔ تو کوئی پروا نہیں۔ اگر مقصد معلوم نہ ہو۔ تو پھر اس کے کام بے نتیجہ اور عبث ہوں گے۔ جس شخص کو مقصد معلوم ہو۔ اس کی مثال اس گیند کی نہیں ہوگی۔ جو یونہی زمین پر لڑھکتا ہے۔ بلکہ اس انسان کی ہے۔ جو ایک مقصد کے ماتحت حرکت کرتا ہے۔ وہ اگر گرتا ہے۔ تو پھر اٹھ کر چل پڑتا ہے۔ پس چاہیئے۔ کہ مدعا کو سمجھا اور یاد رکھا جائے۔

خدا سے ان دنوں میں خاص دعا کرو۔ یہ خاص دن ہیں ان میں خدا کا وعدہ ہے کہ جو مانگے گا اس کو ملے گا ایسے ایام عوام کے لئے ہوتے ہیں۔ جو خدا کے پیارے اور محبوب ہوتے ہیں۔ ان کی دعا تو ہر وقت قبول ہوتی ہے۔ اور وہ جس وقت مانگتے ہیں۔ ان کو ملا کرتا ہے۔ ماں باپ اپنے بچے کے لئے وقت مقرر نہیں کیا کرتے۔ اپنا بچہ تو جب مانگے اس کو ملتا ہے۔ اور یہ غیر کے لئے ہوتا ہے کہ جب اس کو کہا جائے۔ کہ جو مانگو گے ملے گا۔ بچہ اور بیوی کے لئے ملاقات کا وقت مقرر نہیں کیا جاتا۔ غیر اگر ملنا چاہے تو اس کے لئے وقت مقرر کیا جاتا ہے۔ لیکن جو ایسا وقت ہو کہ عام کو اس میں اجازت ہو۔ تو جو پیارے اور محبوب ہوں وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اپنے تعلق میں ترقی کر سکتے ہیں۔ پس اس میں سب خدا کے حضور دعائیں کر سکتے ہیں۔ اور اپنی درخواستیں پیش کر سکتے ہیں۔ پس خدا سے دعائیں کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ مقصد حاصل کرنے کی توفیق دے جو اس کا اسلام بھیجنے سے ہے اور جس کے لئے اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

حضور جب دوسرے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو فرمایا کہ مجھے بہت دنوں سے خیال آتا ہے۔ اگر مجھے فرصت نہ ملے۔ تو کوئی دوسرا ذہن میں رکھے۔ کہ ایک چھوٹا سے ٹریکٹ لکھا جائے۔ جس میں یہ بتایا جائے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے۔ اور احمدی کا فرض کیا ہے۔ لوگ نیکی کرتے ہیں اور اس کام کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔ مگر اس طرح نہیں۔ جس طرح ایک شخص ڈیوٹی ادا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص چور کو اتفاقاً" پکڑتا ہے۔ تو اس کا پکڑنا محکمہ انسداد جرائم سے مستغنی

نہیں کر سکتا۔ یا کوئی شخص کہیں گر جائے۔ اور اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے۔ دوسرا شخص اتفاقاً" وہاں سے گذرے اور پٹی باندھ دے۔ تو اس کا ہاتھ باندھنا ڈاکٹر سے مستغنی نہیں کر سکتا۔ یہ تو وہ لوگ ہیں۔ جن کے سامنے ایک کام آگیا۔ اور انہوں نے کر لیا۔ لیکن جس نے اپنی زندگی کا ایک مقصد ٹھہرایا ہو۔ وہ کبھی اس سے غافل نہیں ہو سکتا۔ اور پہلا شخص اس کا قائم مقام نہیں کہلا سکتا۔

(الفضل ۱۳ / ۹ جون ۱۹۲۱ء)